

(Posted on September 23, 2006)

صدر جارج ڈبلیو بوش اور صدر پرویز مشرف کی مشترکہ پریس کانفرنس

وائٹ ہاؤس، واشنگٹن ڈی سی

22 ستمبر 2006ء

صدر بوش: آپ کا بہت بہت شکریہ۔ تشریف رکھئے۔ لارا اور میں آپ کا اور آپ کی اہلیہ کا یہاں واشنگٹن آنے پر خیر مقدم کرتے ہیں۔ جناب صدر، پاکستان کے دورے کے موقع پر، جو بڑی اہمیت کا حامل تھا، ہماری جس گرجموشی سے میزبانی کی گئی تھی، وہ ہمیں آج تک یاد ہے۔ اس دورے سے ہماری دوستی کی تجدید ہوئی تھی اور مجھے اور آپ کو اہم امور پر بات چیت کرنے کا موقع ملا تھا۔ ان امور میں سب سے بڑھ کر یہ بات تھی کہ ہم اپنے عوام کا کس طرح بہتر طور پر تحفظ کر سکتے ہیں۔

آپ آزادی اور پاکستانی عوام کے ایک مضبوط محافظ ہیں، اور میں آپ کی قائدانہ صلاحیتوں کا اعتراف کرتا ہوں۔

صدر مشرف: آپ کا بہت بہت شکریہ۔

صدر بوش: صدر پاکستان جانتے ہیں کہ ہم دونوں اُن انتہا پسندوں کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں، جو دہشت گردی کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ صدر صاحب دنیا کے کسی بھی دوسرے شخص کی طرح دہشت گردوں کی سوچ کو اچھی طرح جانتے ہیں، جنہوں نے ان کی جان لینے کی کوشش کی ہے۔ یہ انتہا پسندیہ بات برداشت کرنے کو تیار نہیں کہ ایک اعتدال پسند لیڈر پاکستان جیسے اہم ملک کی قیادت کرے اور اسی لئے وہ ان کی جان کے دشمن ہیں۔ پاکستان اور امریکہ کے عوام کو معلوم ہونا چاہیے کہ چونکہ صدر پاکستان ایک مضبوط اور طاقتور لیڈر ہیں، اسی وجہ سے وہ ان عناصر کا نشانہ بنے ہوئے ہیں، جو اعتدال پسندی کو کامیاب ہوتے نہیں دیکھ سکتے۔

میں آپ کی قیادت اور آپ کے حوصلے کی داد دیتا ہوں۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ ہمارے ساتھ مل کر مشترکہ حکمت عملی پر عمل کر رہے ہیں، تاکہ ہم اپنے اپنے ملک کے عوام کی حفاظت کر سکیں۔

آج ہم نے مفید بات چیت کی ہے۔ ہم نے اس بات پر غور کیا کہ ہم انٹیلی جنس کے شعبے میں کس طرح تعاون جاری رکھ سکتے ہیں۔ میں

(Posted on September 23, 2006)

پاکستان اور امریکہ کے عوام کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ دونوں ملکوں کے انٹیلی جنس اداروں کی اعلیٰ کارکردگی کی وجہ سے ہی ہم نے برطانیہ کے لوگوں کی مدد کی اور قیمتی جانوں کا ضیاع بچایا۔ ایک ایسی دنیا میں، جہاں انہما پسند اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے لوگوں کو قتل کرنا جائز سمجھتے ہیں، اس طرح کا تعاون نہایت ضروری ہے۔

ہم نے زلزلہ زدہ علاقوں کی تعمیر نو پر بھی بات کی ہے۔ جناب صدر۔ ہماری قوم کو فخر ہے کہ ہم نے آپ کی مدد کی۔ جب بھی کہیں لوگ تکلیف میں ہوں، ہمارے عوام ان کی مشکلات دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں جب آپ کے یہاں آیا تھا تو آپ نے اور آپ کی انتظامیہ نے مجھے بریفنگ دی تھی، اور میں اس بات سے بہت متاثر ہوا تھا کہ آپ کی حکومت، اپنے عوام کی پوری لگن سے خدمت کر رہی ہے اور ان کے لئے محبت اور شفقت کے جذبات رکھتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ حالات میں بہتری لانے کے لئے اقدامات جاری رہیں گے، تاکہ خاص طور ان لوگوں کی مشکلات دور ہوں، جنہیں نقصانات اٹھانا پڑے ہیں۔

ہم نے اقتصادی ترقی پر اور ”Reconstruction Opportunity Zones“ کی پیشرفت پر بھی بات کی ہے۔ اس کے علاوہ دو طرفہ سرمایہ کاری کے معاہدے پر بھی بات ہوئی ہے۔ بالفاظ دیگر، ہمارے تعلقات محض اپنے اپنے ملک کی سلامتی کے لئے ایک دوسرے کی مدد تک محدود نہیں، ہمارے تعلقات میں اس حقیقت کا ادراک بھی شامل ہے کہ اقتصادی خوشحالی سے لوگ اپنی زندگیوں میں بہتری لاسکتے ہیں۔ ہم نے قبائلی علاقے کی صورتحال پر بھی مفید بات چیت کی ہے۔ قبائلی علاقے کے گورنر اس وقت یہاں موجود ہیں۔ انہوں نے مجھے اور اور میرے قومی سلامتی کے ارکان کو ان اقدامات کے بارے میں بتایا، جو قبائلی علاقے میں نظم و نسق میں بہتری لانے اور وہاں اقتصادی ترقی کے لئے کئے جا رہے ہیں۔

ہم نے تعلیم پر بھی بات کی ہے۔ صدر مشرف سے جب میری پہلی ملاقات ہوئی تھی، تو انہوں نے پاکستان میں تعلیمی نظام میں بہتری لانے کی اہمیت واضح کی تھی۔ میں ان کے خیالات سے اس وقت بھی متاثر ہوا تھا اور اب بھی متاثر ہوا ہوں کہ وہ کس طرح ایک ایسے تعلیمی نظام کے فروغ کے لئے کوشاں ہیں، جو طلباء کو عالمی معیشت کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کرے۔

جمہوریت پر بھی بات ہوئی ہے۔ سچھلی دفعہ جب صدر پاکستان سے میری ملاقات ہوئی تھی تو انہوں نے مجھے اور ان تمام لوگوں کو، جو نیوز کانفرنس سن رہے تھے، یقین دلایا تھا کہ 2007 میں پاکستان میں آزادانہ اور منصفانہ انتخابات ہوں گے۔ انہوں نے اب بھی اپنے اس عزم کا اعادہ کیا ہے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ انہما پسندی کو شکست دینے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ عوام کو سیاسی عمل میں شریک کیا جائے۔

ہم نے پاک بھارت تعلقات اور بھارت کے ساتھ صدر کے تعلقات پر بھی بات کی ہے۔ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی ہے کہ ہوانا میں وزیر اعظم

(Posted on September 23, 2006)

سنگھ اور صدر شرف کے درمیان ملاقات ہوئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت اہم بات ہے کہ مسئلہ کشمیر پر پیشرفت ہو اور یہ مسئلہ پر امن طریقے سے حل ہو۔ جناب صدر، میں اس سلسلے میں آپ کی کوششوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔

ہم نے یقیناً افغانستان کے معاملے پر بھی بات کی ہے۔ صدر شرف اور صدر کرزئی اگلے ہفتے یہاں وائٹ ہاؤس میں میرے ساتھ ڈنر میں شریک ہوں گے۔ اس موقع پر بہت اہم بات چیت ہوگی، کیونکہ قیام امن کے لئے ضروری ہے کہ افغانستان اپنی موجودہ جدوجہد میں کامیابی سے ہمکنار ہو۔ یہ ہم سب کے مفاد میں ہے کہ ہم افغانستان کی کامیابی کے لئے مل جل کر کام کریں، جو جنگ سے تباہ ہو چکا ہے۔

جناب صدر! میں سہ طرفہ مذاکرات کا منتظر ہوں۔ یہ مذاکرات یقیناً بہت مفید اور دلچسپ ثابت ہوں گے، اور یہ بڑے اہمیت کے حامل ثابت ہوں گے۔

ہمارے ان لوگوں کے درمیان بھی ایک اور اچھی ملاقات ہوئی ہے، جو ایک دوسرے سے بے تکلفی سے بات کر سکتے ہیں اور جو دونوں ملکوں کے عوام کی امن و سلامتی کی مشترکہ خواہش رکھتے ہیں۔

صدر شرف: آپ کا بہت بہت شکریہ۔ ہماری جس گرجوٹی سے مہمان نوازی کی گئی ہے، اور امریکہ آنے کے بعد سے ہمیں جو عزت و احترام دیا گیا ہے، اس پر میں اپنی طرف سے اور اپنے پورے وفد کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میری صدر بش سے نہایت عمدہ ملاقات ہوئی ہے۔ ہم نے سب سے پہلے ایک دوسرے پر اپنے اعتماد کا اعادہ کیا۔ میں صدر بش پر پورا اعتماد کرتا ہوں اور مجھے پورا یقین ہے کہ وہ پاکستان اور ہمارے خطے کی بہتری چاہتے ہیں۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ وہ عالمی امن کے لئے اپنی بہترین صلاحیتیں استعمال کر رہے ہیں اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ وہ فلسطین کا تنازع، جو ایک بنیادی مسئلہ ہے، حل کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔

ہم نے امریکہ اور پاکستان کے دو طرفہ تعلقات کے تمام پہلوؤں پر بات کی ہے۔ ہم نے اپنے خطے کے مسائل اور عالمی مسائل پر بھی بات کی ہے۔ جہاں تک دو طرفہ تعلقات کا معاملہ ہے، ہم نے اپنی اس خواہش کا اعادہ کیا کہ یہ تعلقات طویل المیعاد، وسیع البیاد اور اسٹریٹیجک نوعیت کے ہوں۔

جہاں تک وسیع البیاد تعلقات کی بات ہے، تو جیسا کہ صدر صاحب نے کہا ہے، ہم نے ان تعلقات کے تمام پہلوؤں پر بات کی ہے۔ اس میں سیاسی اور سفارتی پہلو بھی شامل ہیں، جن کا ہم نے اعادہ کیا اور اس عزم کا بھی اعادہ کیا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ جاری رکھی جائے گی اور یہ جنگ جیتی جائے گی۔

ان امور کے علاوہ سماجی شعبہ اور معیشت پر بات ہوئی ہے۔ ہمیں جو امداد مل رہی ہے اور ہمیں جس قسم کی مدد کی ضرورت ہے، اس کے بارے

(Posted on September 23, 2006)

میں بھی بات ہوئی ہے، خصوصاً تجارت اور سرمایہ کاری کے بارے میں، جو بڑے اہم شعبے ہیں اور جن کیلئے مدد کی ضرورت ہے۔ اسی طرح تعلیم، صحت اور دفاع کے شعبے میں مدد اور F-16 طیاروں کی خریداری جیسے تمام امور پر بات ہوئی ہے۔

جہاں تک علاقائی اور بین الاقوامی مسائل کا تعلق ہے، ہم نے فلسطینی تنازع پر بات کی ہے، جو بنیادی نوعیت کا مسئلہ ہے اور جس کا تصفیہ نہایت ضروری ہے۔ مجھے اس بات پر انتہائی خوشی ہے کہ صدر صاحب، فلسطینی مسئلہ حل کرنے کی خواہش اور عزم رکھتے ہیں۔ میں ان کی پوری تائید کرتا ہوں، کیونکہ یہ تنازع، تمام مسائل کی جڑ ہے۔ دہشت گردی اور انتہا پسندی کی بھی جڑ ہے۔

جہاں تک علاقائی معاملات کا تعلق ہے، ہمارے علاقے کے معاملات کا، تو ہم نے پاکستان اور بھارت کے درمیان مفاہمت کے عمل پر بات کی ہے اور میں نے صدر صاحب کو بڑے فخر سے بتایا کہ ہوانا میں میری وزیر اعظم من موہن سنگھ سے بہت اچھی ملاقات ہوئی ہے، جو بھارت اور پاکستان کے درمیان مسائل کے حل کی طرف ایک قدم ہے۔ میں نے صدر صاحب کو خاص طور پر مسئلہ کشمیر پر پیشرفت کے طریقہ کار کے بارے میں بتایا۔ ہم نے افغانستان کی صورتحال اور اپنے قبائلی علاقے کی صورتحال پر بھی تفصیلی بات چیت کی ہے۔ میں نے صدر کو اس امن سمجھوتے کے بارے میں بتایا، جو حال ہی میں قبائلی لوہیہ جرگہ کے ذریعے طے ہوا ہے۔

یہ سمجھوتہ، طالبان کے ساتھ تعلقات کے حوالے سے نہیں بلکہ طالبان کے خلاف لڑنے کے لئے ہوا ہے۔ اس بارے میں میڈیا میں جو غلط فہمی پائی جاتی ہے، میں نے صدر کو اس سے آگاہ کیا۔ میں مختصراً یہ واضح کرنا چاہتا ہوں اور صدر صاحب پر بھی میں نے یہ بات واضح کی ہے کہ یہ سمجھوتہ دراصل ایک جامع حکمت عملی کا حصہ ہے، جو پاکستان میں اور پاکستان کے قبائلی علاقے میں دہشت گردی کی روک تھام کے لئے اختیار کی گئی ہے۔ یہ اس حکمت عملی کا سیاسی پہلو ہے۔ اس حکمت عملی میں فوجی قوت کے استعمال کے ساتھ ساتھ سیاسی اقدامات اور انتظامی اقدامات اور تعمیر نو کا عمل بھی شامل ہے

ہم ان پہلوؤں پر آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ میں صرف امن سمجھوتے کی بات کروں گا۔ یہ سمجھوتہ طالبان کے ساتھ نہیں ہوا۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے یہ دراصل طالبان کے خلاف ہے۔ یہ سمجھوتہ شمالی وزیرستان ایجنسی کے قبائلی عمائدین کے ساتھ ہوا ہے۔ اس کے تین بنیادی پہلو ہیں، جو ہم نے طے کئے ہیں۔ یہ بڑا اہم سمجھوتہ ہے اور میں نے صدر صاحب کو اس سے آگاہ کیا ہے۔

نمبر ایک، قبائلی علاقے میں یا سرحد پار افغانستان میں القاعدہ کی کوئی سرگرمی برداشت نہیں کی جائے گی۔ دوسرے قبائلی علاقے یا سرحد پار افغانستان میں طالبان کی کوئی سرگرمی برداشت نہیں کی جائے گی۔ تیسرے طالبان کے نظریے کی حمایت نہیں کی جائے گی، جو ایک رجعت پسندانہ نظریہ اور رجعت پسندانہ طرز زندگی کا نام ہے۔ ان تینوں امور پر ان قبائلی عمائدین نے اتفاق کیا ہے، جنہوں نے سمجھوتے پر دستخط کئے ہیں۔ سمجھوتے پر دستخطوں کے بعد وہ اس کے اخلاقی طور پر پابند ہو گئے ہیں، اور ان کے ہاں اخلاقیات کا بڑا سخت نظام ہے۔ وہ نہ صرف اس ضابطہ اخلاق پر عمل کرتے ہیں بلکہ اگر

(Posted on September 23, 2006)

کوئی خلاف ورزی کرے تو اس کے خلاف کارروائی بھی کرتے ہیں۔

یہ سمجھوتے کی خاص خاص باتیں ہیں، جو میں نے آپ کو مختصر اُبتادی ہیں اور جن کی میں نے صدر صاحب کے سامنے وضاحت کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں صدر صاحب اس سمجھوتے سے مطمئن ہیں۔ ہمیں توقع رکھنی چاہیے کہ یہ سمجھوتہ علاقے میں قیام امن کے لئے آگے بڑھنے کا ذریعہ ثابت ہو گا۔

یہ وہ سب امور تھے، جن پر ہماری بات ہوئی۔ میں آخر میں یہ کہنا چاہوں گا کہ صدر بش اور میرے درمیان خیالات میں مکمل ہم آہنگی پائی گئی، اور جیسا کہ میں نے کہا ہے ہم نے ایک دوسرے پر اعتماد کا اعادہ کیا۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔

صدر بش: بہت خوب!

سوال: جناب صدر، 9/11 کے بعد اگر صدر مشرف نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں تعاون پر اتفاق نہ کیا ہوتا تو کیا امریکہ واقعی پاکستان پر حملہ کر دیتا؟ ان کا کہنا ہے کہ امریکہ دھمکی دے رہا تھا کہ پاکستان پر بم برساکر اسے پتھر کے زمانے میں پہنچا دیا جائے گا۔ اور صدر مشرف، اگر آرمی کی طرف سے آپ کو یہ دھمکی نندی جاتی تو کیا پھر بھی پاکستان طالبان کی حمایت سے دستبردار ہو جاتا؟

صدر بش: جہاں تک آرمی کی دھمکی کا سوال ہے، مجھے اس کا علم آج کے اخبارات کے ذریعے ہی ہوا ہے۔ مجھے اس پر سخت حیرت ہوئی ہے۔ میں صرف یہ بتا سکتا ہوں کہ 11 ستمبر کے فوراً بعد وزیر خارجہ کولن پاول میرے پاس آئے اور بتایا کہ صدر مشرف مفادات کو سمجھتے ہیں اور وہ اس دشمن کے خاتمہ کیلئے ساتھ دینا چاہتے ہیں جس نے ہمارے تین ہزار شہریوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ دراصل جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے صدر (مشرف) ان اولین رہنماؤں میں سے ایک تھے جو آگے بڑھے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ مفادات بدل چکے ہیں اور امریکہ پر حملے میں تین ہزار افراد ہلاک ہو گئے ہیں اس سے موثر طور پر نمٹنے کی ضرورت ہے۔ اور اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو کولن (پاول) نے گیارہ ستمبر کی رات یا اس کے فوراً بعد یہ بات بتائی تھی۔ میں اس بات کو یقینی بنانا چاہتا تھا کہ میرے سامنے تمام حقائق درست ہوں۔ لیکن یہ فوری بعد کی بات تھی۔

مجھے اس گفتگو کے متعلق علم نہیں ہے جو اخبارات میں اس حوالے سے شائع ہوئی ہے۔ مجھے بالکل علم نہیں ہے۔

(Posted on September 23, 2006)

صدر مشرف: میں یہ کہنا چاہوں گا کہ -- میں 25 تاریخ کو اپنی کتاب کی رونمائی کر رہا ہوں اور میں سائمن اور شستر کے ساتھ معاہدہ کا پابند ہوں اور اس کتاب کے بارے میں اُس دن سے قبل کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہوں گا۔ (تہقہہ)

صدر بش: بالفاظ دیگر ان کے کہنے کا مقصد ہے کہ کتاب خریدیں۔ (تہقہہ)

سوال: میرا سوال امریکی صدر سے ہے۔ عزت مآب، صدر مشرف نے مغرب اور عالم اسلام کے درمیان روابط قائم کرنے اور بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینے کی ضرورت پر زور دیا ہے جو اکھاڑ پھینچا اور مکمل انتشار کا شکار ہے۔ اس لئے آپ کے اسلامی فاسٹسٹوں والا تبصرہ اور پوپ کے بیان نے عالم اسلام میں اشتعال پیدا کر دیا ہے۔ اور میرا سوال یہ ہے کہ کیا آپ صدر مشرف کے ساتھ ان فاصلوں کو گھٹانے کیلئے قائدانہ کردار ادا کریں گے اور تہذیبوں کے درمیان تصادم کے کسی غلط نظریہ کو ناکام بنانے کیلئے بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دیں گے۔ جناب؟

صدر بش: میں ہم آہنگی کے فروغ میں صدر (مشرف) کی قائدانہ صلاحیتوں کو سراہتا ہوں۔ اس وقت مشرق وسطیٰ میں ناقابل یقین پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے جس سے جذبات بھڑک رہے ہیں۔ یہ پروپیگنڈا کرنے والے ایسا ماحول بنا چاہ رہے ہیں جہاں دہشت گردی کا جواز پیدا ہو سکے۔ اس لئے میں نے اقوام متحدہ میں اپنی تقریر میں واضح طور پر کہا تھا کہ امریکہ اسلام کا احترام کرتا ہے اور ہم بھی کرتے ہیں۔ ہم ان لوگوں کی عزت نہیں کرتے جو اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کیلئے اسلام کے نام پر قتل کرتے ہیں جیسا کہ دہشت گرد کرتے ہیں۔

درحقیقت، یہ دہشت گرد اپنے رویے کو درست ثابت کرنے کیلئے پروپیگنڈا کا حربہ استعمال کرتے ہیں۔ ہم سب کو آگے بڑھنا چاہیے اور ایک ایسی دنیا کی بات کرنی چاہیے جہاں ہم ایک دوسرے کے مذاہب کا احترام کریں۔ دراصل، دنیا بھر کے مسلمانوں کیلئے یہ جاننا ضروری ہے کہ بے شمار مسلمان امریکہ میں پرسکون زندگی گزار رہے ہیں۔ انہیں امریکی ہونے پر فخر ہے اور وہ میری طرح برابر کے شہری ہیں۔ ہم ان کے مذاہب کا احترام کرتے ہیں۔ تاہم میں اس بات کا اعادہ کروں گا کہ آزاد دنیا اور اعتماد پسند دنیا کو ان انتہا پسندوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہو جانا چاہیے اور انہیں نفرت انگیز پروپیگنڈا پھیلانے کی اجازت نہیں دینی چاہیے اور لوگوں کو تشدد پر آمادہ کرنے کی بھی اجازت نہیں دینی چاہیے کیونکہ یہ انتہا پسند نہ صرف مغربی لوگوں کے خلاف ہیں بلکہ اعتماد پسندوں کے بھی خلاف ہیں اور صدر (مشرف) دنیا کو یہ باور کرانے میں مصروف ہیں کہ مسلمانوں کا مذہب ایک امن پسند مذہب ہے اور یہ بات نہایت اہم ہے۔ ہم اس سلسلہ میں اُن کی مدد کر سکتے ہیں اور ہم ایسا کریں گے۔

(Posted on September 23, 2006)

یہ مدد کرنے کا ایک طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہم فلسطینیوں اور اسرائیلیوں کے ساتھ قیام امن کیلئے کام کریں۔ میں پہلا صدر ہوں جس نے اس مسئلہ کا حل دو ریاستوں کے قیام کے تصور کی صورت میں پیش کیا۔ مجھے یقین ہے کہ ایک جمہوری فلسطینی ریاست جو اسرائیل کے شانہ بشانہ قائم ہو، امن قائم کر سکتی ہے۔ لوگوں کیلئے یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ امن اور فلسطینی ریاست کے قیام کیلئے انہیں اسرائیل کے بقا کے حق کو تسلیم کرنا ہو گا تاکہ یہ سب کچھ ممکن ہو سکے۔ آپ ان لوگوں سے بات چیت نہیں کر سکتے جنہیں آپ یہ کہتے ہوں کہ تمہیں جینے کا کوئی حق نہیں۔

ہم پریشان حال لوگوں کی مدد جاری رکھیں گے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہم نے لوگوں سے ان کے مذہب کے بارے میں نہیں پوچھا جب ہم نے مصیبت میں مبتلا پاکستان کے لوگوں کو نصف ارب ڈالر کی مدد فراہم کی۔ ہم نے کہا کہ یہ لوگ پریشانی میں مبتلا ہیں اور ہم ان کی مدد کو پہنچے۔ اور ہم اس طرح مدد کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔

یہ بات اہم ہے کہ اہل مشرق وسطیٰ انتہا پسندوں کے پھیلائے جانے والے پروپیگنڈے کو مسترد کر دیں جو بیشتر اوقات امریکہ کے عزائم کے متعلق سراسر جھوٹ پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ یہ کہنا پسند کرتے ہیں کہ یہ اسلام کے خلاف جنگ ہے۔ اس سے زیادہ غلط بات میں کوئی اور نہیں سمجھتا۔ یہ اعتدال پسند اور باشعور لوگ ہیں جو امن کی خاطر انتہا پسندی کو مسترد کرتے ہیں۔ اس لئے میں اپنا کردار ادا کرنے کیلئے سخت محنت کروں گا۔ یہ سوال کرنے کا شکریہ۔

سوال: آپ کا شکریہ جناب۔ اس ہفتے کچھ ایسی باتیں سامنے آ رہی ہیں کہ اگر اسامہ بن لادن کا پتہ چلا لیا جاتا ہے تو آیا امریکہ کو پاکستان میں کارروائی کرنے کیلئے اجازت درکار ہوگی۔ کیا آپ دونوں اس سلسلہ میں اپنا اپنا موقف بیان کریں گے؟ اور کیا آپ قبائلی معاہدہ کے متعلق ان کی یقین دہانیوں سے مطمئن تھے اور ہیں؟

صدر بش: سب سے پہلے تو میں قبائلی سمجھوتہ کے متعلق دی جانے والی بریفنگ کو سراہتا ہوں۔ جب صدر (مشرف) میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ قبائلی سمجھوتہ لوگوں میں طالبان کی طرف رجحان ختم کرنے کیلئے ہے اور وہاں کوئی بھی طالبان نہیں ہوگا اور نہ ہی القاعدہ کا کوئی رکن۔ میں ان کی بات پر یقین کرتا ہوں۔ کیا آپ کو پتہ ہے؟ یہ وہ آدمی ہیں جن کے ساتھ میرے گزشتہ ساڑھے پانچ برسوں سے قریبی تعلقات کاررہے ہیں۔ اور جب وہ کہتے ہیں کہ جب ہمیں اسامہ بن لادن ملے گا تو اسے انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے گا تو میں ان کی بات پر یقین کرتا ہوں اور جو بھی حکمت عملی بروئے کار لائی جائے گی وہ سب کے سامنے آجائے گی۔

ہم مل جل کر اسے تلاش کر رہے ہیں۔ یہ صدر (مشرف) کا مفاد ہے کہ القاعدہ کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے اور یہ ہمارے مفاد میں بھی

(Posted on September 23, 2006)

ہے۔ اور ہم اس کام کو بہترین انداز میں کرنے کیلئے ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں، حکمت عملی تیار کرتے ہیں اور بات چیت کرتے ہیں۔

سوال: تو آپ کو پاکستان کے اندر جانے کی اجازت ہے؟

صدر بش: میں آپ کو صرف یہ بتا سکتا ہوں کہ جب اسامہ بن لادن مل گیا تو اسے انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے گا اور اس موضوع پر ہم مسلسل بات چیت کر رہے ہیں۔

صدر مشرف: کیا میں کچھ کہہ سکتا ہوں؟

صدر بش: جی ضرور۔

صدر مشرف: میں سمجھتا ہوں جیسا کہ صدر (بش) نے کہا ہے کہ ہم ان لوگوں کو مشترکہ طور پر تلاش کر رہے ہیں۔ اب ہم اس کے بارے میں کیوں پریشان ہو رہے ہیں کہ کس طرح -- صورت حال سے نمٹنے کیلئے طریقہ کار کی مختلف تعبیریں کی جارہی ہیں؟ ہم اس معاملہ سے نمٹیں گے۔ ہم انہیں مل کر تلاش کر رہے ہیں۔ آپ کو وہ شخص چاہیے۔ اگر ہمارا اس سے سامنا ہوا، اگر واقعاً ہم نے اس کا پتہ چلا لیا تو ہمیں بالکل معلوم ہے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔

لیکن ہمیں ان چکروں میں نہیں پڑنا چاہیے کہ یہ کیسے کرنا ہے اور کس کے ذریعہ یہ کام کرنا ہے۔ دونوں افواج کے مابین انٹیلی جنس کی سطح پر مکمل ہم آہنگی ہے۔ آپریشنل سطح پر رابطے ہیں، اسٹریٹجک سطح پر رابطے ہیں اور حتیٰ کہ حربی چالوں کی سطح پر بھی رابطے ہیں۔ اس لئے ہم اکٹھے کام کر رہے ہیں اور جب ایسی صورت حال سامنے آئے گی تو ہمیں کارروائی کرنے کیلئے درست فیصلہ کا انتخاب کرنا ہوگا۔ اس طرح میں ---

صدر بش: آپ غالباً انہیں یہ نہیں بتانا چاہتے کہ بہر طور ہم کیا سوچ رہے ہیں۔ کیا ہم ایسا ہی کر رہے ہیں؟

(Posted on September 23, 2006)

صدر مشرف: اور میں یہاں موجود خواتین و حضرات سے یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ ہمارے درمیان -- بھروسے اور اعتبار کا رشتہ ہے۔ اب اگر ہمیں ایک دوسرے پر بھروسہ اور اعتبار نہیں ہے اور ہم یہ سوچتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کو دھوکہ دے رہے ہیں تو میں نہیں سمجھتا کہ آگے بڑھنے کا یہ کسی صورت ایک درست راستہ ہے۔

سوال: جناب صدر۔ میرا سوال دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اور پہلا میں کہنا چاہوں گا (سنائیں گیا) آپ نے صدر مشرف کے متعلق ابتداء میں جو تبصرہ کیا ہے۔ اور دوسرے یہ جناب صدر، پاکستان میں ہم امریکہ کے ساتھ اسٹریٹجک اور طویل مدت اشتراک کار کو اہمیت دیتے ہیں۔ لیکن ہمیں پتہ چلا ہے کہ آپ کا عظیم ملک نیوکلیر ٹیکنالوجی کے پرامن استعمال کے حوالے سے امتیازی سلوک اختیار کر رہا ہے۔ پاکستان کو پرامن استعمال کیلئے توانائی کی ضرورت ہے اور ہمیں اس سے انکار کیا جا رہا ہے۔ کیا آپ ہمیں اس بات کی یقین دہانی کرائیں گے کہ صدر مشرف سے اس عظیم ملاقات کے بعد یہ امتیازی سلوک ختم ہوگا؟ اور میرے سوال کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ کیا صدر مشرف دنیا میں پائیدار امن کیلئے بالخصوص اس خطہ میں فلسطین اور کشمیر کے تنازعات کے حل کا مطالبہ کر رہے ہیں؟ کیا آپ اس کے متعلق غور نہیں کر رہے؟ کیا آپ ان دونوں تنازعات کے حل کیلئے بعض اقدامات کرنے پر غور کر رہے ہیں؟ اور جناب صدر سے یہ سوال ہے کب تک؟

صدر مشرف: ایک سوال میں تین سوال (تہقہہ)

صدر بش: اگر میں اس سے پوچھتا ہوں تو تب میں آپ کے سوال یاد رکھ سکوں گا۔

سوال: صدر بش کے ساتھ مذاکرات میں ان موضوعات پر بات چیت کی ہے اور وہ کیا ایجنڈا ہے اور امور ہیں جن پر صدر امریکہ کے ساتھ بات چیت کریں گے۔ (سنائیں گیا) آپ کا شکریہ، جناب۔

صدر بش: جناب، آپ نے یہاں موجود پوری صحافتی برادری کی نمائندگی کی ہے۔ یہ اچھی بات ہے۔ (تہقہہ) ہم نے توانائی پر بات چیت کی ہے اور ہم نے حالیہ تاریخ کے حوالے سے اپنی ضروریات پر کام کرنے کی بھی بات کی ہے جس میں ایٹمی پھیلاؤ کے امور سے نمٹنے کیلئے کھٹے کام کرنے

(Posted on September 23, 2006)

کا بھی معاملہ شامل ہے۔

دوسرے جہاں تک کشمیر اور فلسطین کا تعلق ہے تو کشمیر کا مسئلہ تو اس وقت حل ہوگا جب دونوں رہنماء اسے طے کرنے کا فیصلہ کر لیں گے اور ہم مدد کرنا چاہتے ہیں۔ امریکہ تو مومنوں کو کسی معاہدہ پر متفق ہونے پر محض اس لئے مجبور نہیں کر سکتا کہ ہم ایک سمجھوتہ چاہتے ہیں۔ پائیدار معاہدے اس وقت طے پاتے ہیں جب ان قوموں کے رہنماء یہ کہیں کہ ہمیں ماضی کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھنا ہے۔

مجھے صدر (مشرف) اور وزیر اعظم بھارت کی ملاقات سے حوصلہ ملا ہے۔ یہ اس بات کا مظہر ہے کہ قیادت کی سطح پر یہ خواہش پائی جاتی ہے کہ اس دیرینہ تنازعہ کو حل کرنا ہے۔

اسرائیل اور فلسطین کو بھی قیادت کی ضرورت ہوگی۔ بلاشبہ ہم مدد کر سکتے ہیں اور ہم ایسا کریں گے۔ لیکن آپ کیلئے یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ ہم امن مسلط نہیں کر سکتے۔ ہم ایسے حالات پیدا کرنے میں مدد دے سکتے ہیں جن میں امن قائم ہو سکے۔ ہم تصور پیش کر سکتے ہیں۔ ہم عالمی رہنماؤں سے بات کر سکتے ہیں اور ہم ایسا کرتے ہیں۔ ہم اداروں کی تشکیل میں اعانت کر سکتے ہیں تاکہ وہاں جمہوریت پنپ سکے۔

تاہم بالآخر امن، پائیدار امن کا دارومدار رہنماؤں کی قوت ارادی پر ہوتا ہے۔ میں صدر (مشرف) کی قوت ارادی سے متاثر ہوا ہوں جو کشمیر پر کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم دونوں نے ماضی میں اس مسئلہ پر بات چیت کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں بھارتی وزیر اعظم سے بات کرنا چاہ رہے ہیں اور انہوں نے بات کی بھی ہے۔

میں نے صدر (مشرف) سے پوچھا ہے جس طرح میں وزیر اعظم بھارت سے پوچھوں گا کہ ہم اس سلسلہ میں کیا مدد کر سکتے ہیں؟ آپ کے خیال میں اس معاملہ میں کسی سمجھوتہ پر پہنچنے میں سہولت فراہم کرنے کیلئے امریکہ کو کیا کرنا چاہئے؟ کیا آپ یہ چاہیں گے کہ ہم راستے سے ہٹ جائیں؟ کیا آپ یہ چاہیں گے کہ ہم سامنے نہ آئیں؟ کیا آپ یہ چاہیں گے کہ ہم فعال شمولیت اختیار کریں؟ اگر آپ کی امن قائم کرنے کی خواہش ہے تو ہم آپ کی کس طرح مدد کر سکتے ہیں؟ جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس معاملہ میں یہی امریکہ کا کردار ہے۔

صدر مشرف: آپ کا شکریہ، میرا خیال ہے کہ میں پہلے ہی جواب دے چکا ہوں۔ ہم نے دُور رس گفتگو کی ہے جس میں دو طرفہ امور بشمول علاقائی و عالمی معاملات پر بات چیت کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ تمام امور پر ہمارے درمیان عمومی اتفاق پایا جاتا ہے۔

صدر بش: آپ کا شکریہ، جناب صدر، اچھا کام۔